علم مشکل الحدیث کی اہمیت اور اس میں ابن فورک کی خدمات

حافظ نصیر احمد *

ظہور اللہ الازہری **

حفاظت حدیث کے پیش نظر علماء و محدثین نے تدوین حدیث کے سلسلے میں وقت کی ضرورت کے مطابق مختلف اسالیب و مناہج اختیار کیے ہیں۔ ان میں سے ایک منہج ایسی احادیث کا درست معنی و مفہوم بیان کرنا ہے جن کا ظاہری معنی سمجھنے میں کوئی دقت پیش آئے اور قاری پر حدیث کا معنی عیاں نہ ہو سکے اور یہ دشواری حدیث کے اپنے کلمات کی بنا پر ہو۔ علم حدیث میں ایسی حدیث کو مشکل اور اس علم کو مشکل الحدیث کہتے ہیں۔ علم مختلف الحدیث (۱) جس میں دو یا زیادہ متعارض احادیث میں تطبیق دی جاتی ہیں، سے منسلک علم مشکل الحدیث ہے۔ متقدمین محدثین مشکل الحدیث اور مختلف الحدیث کو ایک ہی اصطلاح قرار دیتے تھے۔ تاہم متاخرین میں سے بعض معاصرین نے علم مشکل الحدیث کو مختلف الحدیث سے ممتاز علم قرار دیا ہے۔ متقدمین نے مشکل الحدیث، مختلف الحدیث، تأویل الحدیث، تلفیق الحدیث، تالیف الحدیث اور مناقض الحدیث وغیرہ اصطلاحات کو ایک ہی علم قرار دیا ہے۔ معاصرین میں سے محمد ابوزہو (۲)، ڈاکٹر نورالدین عتر (۳) اور ڈاکٹر صبحی صالح (۴) نے اپنی اپنی کتب میں ان کو ایک ہی فن قرار دیا ہے جبکہ بعض معاصرین نے ان میں فرق کیا ہے اور مشکل الحدیث اور مختلف الحدیث کو علم حدیث کی دو الگ الگ شاخیں قرار دیا ہے۔ مشکل الحدیث اور اس کی جزئیات پر قدرے تفصیلی بحث ذکر کی جاتی ہے۔

مشکل الحدیث کا مفہوم

لغت عرب میں غیر واضح، مشتبہ، مبہم، مخفی، الجھے ہوئے پیچیدہ کام یا معاملے کو مشکل کہتے ہیں۔ معجم الوسیط میں ہے:

المشکل: الملتبس وعند الاصولیین: مالایفهم حتی یدل علیه دلیل من غیره (۵)۔

---

* لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ایم اے او کالج لاہور

** چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز لاہور

مشکل پیچید گی والے معاملے کو کہتے ہیں علمائے اصول کے نزدیک ایسا معاملہ ہے جو اتنی دیر تک سمجھا نہ جاسکے جب تک کوئی دوسری دلیل اس کو واضح نہ کردے۔

ابن منظور افریقی (۶۳۰۔۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

اشکل علی الامر،اذا اِختلط واشکلت علی الاخبار واحکلت بمعنی واحد والاشکل عندالعرب: اللونان المختلطان(۶)۔

اَشکل علی الأمر اس وقت کہا جاتا ہے جب مختلف خبریں اور باتیں مل جائیں اور ایک جیسی ہو جائیں، اہل عرب لفظ "اَشکل" کو دو ایسے رنگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں جو باہم ملتے جلتے ہوں۔

علامہ مجد دالدین (۷۲۹۔۸۱۷ھ) کہتے ہیں:

اشکل الامر: التبس(۷)۔ اشکل الامر کا معنی ہے معاملے کا ملتبس ہونا۔

ابن فارس (۳۲۹۔۳۹۵ھ) لکھتے ہیں:

تقول هذا شكل:ای مثله ومن ذالک یقال:أمر مشكل كما يقال:أمر مشتبه(۸)۔

تیرے قول ھذا شکل کا معنی ہے ھذا مثلہ اسی وجہ سے امر مشکل بولا جاتا ہے جس کا معنی ہے امر مشتبہ۔

اصطلاحی معنی

اصطلاح میں مشکل ان احادیث کو کہا جاتا ہے جن احادیث کا ظاہری مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت یا رکاوٹ ہو۔ڈاکٹر اسامہ بن عبد اللہ الخیاط لکھتے ہیں:

احاديث مروية عن رسول الله ﷺبأسانيد مقبولة يوهم ظاهرها معانى مستحيلة اومعارضة لقواعد شرعية ثابتة(۹)۔

ایسی احادیث جو رسول اللہ ﷺ سے مقبول اسناد سے مروی ہوں جن کا ظاہر ایسے معانی کا وہم ڈالے جو (معانی) محال ہوں یا مسلمہ شرعی قواعد کے معارض ہوں۔

الغرض مشکل احادیث سے مراد ایسی احادیث ہیں جو:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقبول اسناد سے مروی ہوں۔

۲۔ ان میں ایسے امور ہوں جو عقلاً، شرعاً یا معناً محال ہوں یا ان کی تاویل میں اشکال ہو۔

۳۔ جن کے ظاہری معنی میں اشکال ہو۔

مشکل الحدیث کی اہمیت

امام سخاوی(۸۳۱۔۹۰۲ھ)مشکل الحدیث اور مختلف الحدیث کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

هومن أهم الأنواع مضطر إليه جميع الطوائف من العلماء و إنما يكمل به من كان إماما، جامعا لصناعتی الحديث و الفقه، غائصا على المعانی الدقيقة(۱۰)۔

یہ (مختلف الحدیث) اہم علوم کی اقسام میں سے ایک ہے جس کی اہل علم کے تمام گروہوں کو محتاجی ہوتی ہے۔اس میں مہارت وہی شخص رکھ سکتاہے جو حدیث وفقہ میں امام ہو اور خفیہ معانی پر گہری نظر رکھنے والا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا:

يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ! فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ: هَلْ تَدْرِي أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّ أَعْلَمَ النَّاسِ أَبْصَرُهُمْ بِالْحَقِّ إِذَا اخْتَلَفَتِ النَّاسُ، وَإِنْ كَانَ مُقَصِّرًا فِي الْعَمَلِ وَ إِنْ كَانَ يَزْحَفُ عَلَى اسْتِهِ۔

اے عبداللہ بن مسعود، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں (یہ کلمات حضور ﷺ اور میں نے تین مرتبہ دہرائے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے بڑا عالم کون ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: بڑا عالم وہ ہے جو لوگوں کے اختلاف کے وقت حق کو زیادہ دیکھنے والا ہو اگرچہ عمل میں سست ہو(۱۱)۔

ڈاکٹر نور الدین عتر لکھتے ہیں:

هو من أهم ما يحتاج إليه العالم والفقيه، ليقف على حقيقة المراد من الاحاديث النبوية، لا يمهر فيه الا الامام الثاقب النظر(۱۲)۔

یہ(علم مختلف الحدیث ومشکل الحدیث)انتہائی اہم علوم میں سے ہے جس کی ہر عالم اور فقیہ کو احادیث نبویہ کے حقیقی معنی کی پہچان میں محتاجی ہوتی ہے اس(علم) میں صرف دقیق النظر امام ہی مہارت حاصل کر سکتا ہے۔

مشکل الحدیث کے موضوع پر لکھی جانے والی کتب

۱۔ مجمع البحار فی معانی الاحادیث والآثار: ملک المحدثین محمد طاہر الصدیقی الہندی (م:۹۸۶ھ۔۱۵۸۷ء) کی کتاب ہے جو حیدر آباد، دکن، ہند سے دائرۃ المعارف العثمانیۃ کے تحت ۱۳۹۱ھ۔۱۹۷۱م میں شائع ہوئی۔

۲۔ مشکل الحدیث وبیانہ: ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک النصاری الاصبہانی (المتوفی:۴۰۶ھ) کی تصنیف ہے جو عالم الکتب، بیروت سے طبع ثانی کے ساتھ ۱۹۸۵م میں شائع ہوئی۔

۳۔ اختلاف الحدیث: ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان الشافعی (۱۵۰۔۲۰۴ھ) کی تصنیف ہے جو دار المعرفۃ، بیروت سے ۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰م میں شائع ہوئی۔

ابن فورک (۴۰۶ھ) کے مختصر حالات زندگی

متقدمین محدثین چونکہ علم مختلف الحدیث اور علم مشکل الحدیث کو ایک ہی علم سمجھتے تھے اس لئے امام شافعی (۱۵۰۔۲۰۴ھ)، امام طحاوی (۲۳۹۔۳۲۱ھ)، ابن قتیبہ (۲۱۳۔۲۷۶ھ) اور دیگر محدثین علوم الحدیث کی ان دونوں شاخوں کو اکٹھا ہی ذکر کرتے تھے۔ ابن فورک (۴۰۶ھ) نے پہلی مرتبہ اپنی کتاب مشکل الحدیث وبیانہ میں صرف مشکل احادیث کو موضوع بحث بنایا۔ ابن فورک (۴۰۶ھ) ایک متکلم، ادیب، نحوی اور استاذ کی حیثیت سے معروف محدث ہیں۔ اور آپ کا شمار علم مشکل الحدیث کے بانیوں میں ہوتا ہے۔

ابن خلکان (۶۰۸۔۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

ابو بکر ابن فورک الاستاذ ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک المتکلم الاصولی الادیب النحوی الواعظ الاصبہانی (۱۳)۔

ابو بکر بن فورک، استاذ ابو بکر محمد بن حسن بن فورک اصبہانی، علم کلام کے ماہر، اصولی، ادیب، نحوی، واعظ ہیں۔

آپ کا نام ابو بکر محمد بن حسن بن فورک الانصاری الاصبہانی ہے کسی مورخ نے بھی آپ کی تاریخ ولادت ذکر نہیں کی البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ عراق میں پیدا ہوئے (۱۴)۔ آپ نے اوائل عمری میں ہی تحصیل علم کا آغاز کر دیا۔ بصرہ اور عراق جو اس وقت علوم وفنون کا گڑھ تھے آپ کی تعلیمی زندگی کا مرکز رہے۔ آپ نے نحو، ادب، فقہ، منطق، تفسیر، اصول وغیرہ مختلف علوم وفنون میں گہری بصیرت حاصل کی۔

فکری مسلک کے اعتبار سے آپ ابوالحسن اشعری (۱۵) کے پیروکاروں میں شامل ہیں اور فقہی مسلک کے اعتبار سے آپ کا شمار فقہائے شافعیہ میں ہوتا ہے۔ تعلیمی مراحل سے فراغت پاتے ہی آپ ادب، اصول، وعظ، علمِ کلام، علم تفسیر اور اسماء الرجال کے ایک بہت بڑے ماہر اور عابد وزاہد کی حیثیت سے معروف ہوگئے (۱۶)۔ آپ نے بصرہ اور عراق کے معروف اور اکابر علماء سے کسب فیض کیا۔ ایک لمبا عرصہ عراق، رے اور نیشاپور وغیرہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر وبیشتر حصہ درس وتدریس اور وعظ ونصیحت میں گزارا۔ آپ ایک نیک مزاج، نرم خو، عابد، زاہد اور متقی انسان تھے۔ ابوالقاسم قشیری (۳۶۷-۴۶۵ھ) کہتے ہیں:

میں نے ابو علی الدقاق سے سنا ہے کہ جب ابن فورک بیمار ہوئے تو میں عیادت کرنے گیا مجھے دیکھ کر (ابن فورک) رو دیے اور کہنے لگے یہ نہ سمجھنا کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں میں تو موت کے بعد پیش آنے والے احوال سے ڈرتا ہوں (۱۷)۔

عبدالغافر بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابی صالح المؤذن سے سنا جو کہہ رہے تھے:

كان الاستاذ احد وقته،يستسقى به ويستجاب الدعاء عنده(۱۸)۔

ابن فورک یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی وجہ سے بارش ہوتی تھی اور آپ کے پاس دعائیں قبول ہوتی تھیں۔

صاحب الوافی الوفیات (۶۹۶-۷۶۴ھ) کہتے ہیں:

كان رجلا صالحا، بلغت مصنفاته قريبا من مائة مصنف(۱۹)۔

ابن فورک نیک انسان تھے انکی تصانیف ایک سو کے قریب ہیں۔

ابن فورک نے تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول کے موضوع پر بلند پایہ کتب تصنیف کیں۔ ابن خلکان (۶۰۸-۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

بلغت مصنفاته فى اصول الفقه والدين و معانى القرآن قريبا من مائة مصنف(۲۰)۔

ابن فورک اصول فقہ، اصول دین و معانی القرآن کے موضع پر ۱۰۰ کے قریب کتب کے مصنف ہیں۔

آپ کی اہم تصنیفات میں سے مشکل الحدیث وبیانہ، النظامی، حل الآیات المتشابھات، الحدود، غریب القرآن، رسالۃ فی علم التوحید، الاملاء فی الایضاح والکشف عن وجوہ الاحادیث الواردۃ، دقائق الاسرار، شرح کتاب العلم والمتعلم لابی حنیفہ، تفسیر القرآن (۲۱) اہم ہیں۔ ہندوستان کے شہر غزنہ سے واپسی پر آپ بیمار ہو گئے اور نیشاپور پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ آپ کا انتقال ۴۰۶ھ بمطابق ۱۰۱۵ء میں ہوا اور نیشاپور میں حیرہ کے مقام پر آپ کو دفن کیا گیا (۲۲)۔

مشکل احادیث کی تأویل میں ابن فورک (۴۰۶ھ) کا منہج واسلوب

علم مشکل الحدیث میں علامہ ابن فورک (۴۰۶ھ) کی کتاب مشکل الحدیث وبیانہ ایک نادر تصنیف ہے اوراس علم کے مصادر میں شمار کی جاتی ہے۔ ابن فورک (۴۰۶ھ) کے زمانے میں ملحدین و مشککین کی طرف سے ایسی احادیث پر طعن و تشنیع کیا جارہا تھا جن میں اللہ تعالی کی صفات کا ذکر ہے۔ ان صفات کی بنا پر مشبہہ، معطلہ، مجسمہ، قدریہ، مفوضہ (۲۳) وغیرہ نام کے کئی گروہ پیدا ہو چکے تھے جو ایسی احادیث کو بنیاد بنا کر دین میں طعنہ زنی کر رہے تھے۔ جن سے تشبیہ کا اشارہ ملتا ہے۔ انہی اعتراضات اور اشکالات کے جواب دینے کے لیے ابن فورک (۴۰۶ھ) نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اپنی کتاب کے آغاز میں ایک مختصر مگر پر مغز مقدمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے اسما وصفات الٰہیہ کے بارے میں اپنے مسلک کی ترجمانی کی ہے اور کتاب لکھنے کا مقصد واضح کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مختلف گروہوں کا ذکر کیا ہے جو دین میں بدعات رائج کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے اختلافات کو ہوا ملی ہے۔ مختصر مقدمہ کے بعد کتاب کا اصل موضوع شروع ہو جاتا ہے۔ مسائل کو پیش کرنے میں ابن فورک (۴۰۶ھ) کا منہج کچھ یوں ہے کہ وہ کوئی مسئلہ اس عنوان سے بیان کرتے ہیں ذکر خبر مما یقتضی التاویل ویوھمظاھرھالتشبیہ (۲۴)۔ پھر اصل مسئلہ بیان کرتے ہیں اور بیان تاویل (۲۵) یا تاویل ذلک (۲۶) کا عنوان قائم کر کے اس مسئلہ میں آنے والی احادیث کا مفہوم واضح کرتے ہیں اور ان کے اشکال کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اشکالات کا جواب دینے میں اشعری مسلک کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ احادیث کے ظاہر معنی سے ہٹ کر تأویلات کی طرف جاتے ہیں۔ اپنے موقف کی حمایت کے لیے عربی لغت اور اشعار سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ اگر اس حدیث کا کوئی مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہو جو ان کے موقف و مسلک سے مطابقت نہیں رکھتا تو اس کا شدید رد کرتے ہیں۔ مثلا انہوں نے ابن

قتیبہ (۲۱۳-۲۷۶ھ) اور ابن خزیمہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) وغیرہ کا رد کیا ہے جو صفات الٰہیہ کے معاملے میں تأویل کی بجائے ان کے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں ابن فورک (۴۰۶ھ) ایسی احادیث کے بارے میں بڑی طویل اور فلسفیانہ بحثیں کر کے منطق اور لغت کا سہارا لے کر ان احادیث کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جو اشاعرہ کے موقف کی حمایت کرتا ہے۔ احادیث پر وارد ہونے والے اشکالات دور کرنے میں وہ اقتباسات کا استعمال بہت کم کرتے ہیں البتہ محمد بن شجاع الثلجی (۲۶۶ھ)(۲۷) کی آراء اکثر نقل کرتے ہیں۔ کبھی کبھی بات کو مختصر کرتے ہوئے یوں بھی کہتے ہیں:

وأدلةهذا الباب وشرح وجوه مما قد ذكر فى الكتب وليس هذا موضع ذكرہا(۲۸)۔

اس باب کے دلائل اور اس کی شرح کتب میں مذکور ہے یہاں پر ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بسا اوقات وہ احادیث کے اشکالات کو دور کرنے کے لیے ان کا سبب بھی بیان کرتے ہیں مثلاً ایک جگہ وہ کہتے ہیں:

اس حدیث کا مفہوم اس بات سے بھی متعین ہوتا ہے کہ یہ حدیث ایک خاص سبب کی بنیاد پر کہی گئی وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بیٹے یا غلام کے چہرے پر تھپڑ مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالی تیرے چہرے کو برا بنائے تو اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام کو مارے تو چہرے سے بچے کیونکہ اللہ تعالی نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے(۲۹)۔

ابن فورک مشکل احادیث کی تأویل میں اکثر علمِ بیان کا سہارا لیتے ہیں وہ کسی بھی مشکل کلمہ کو پہلے لغوی اعتبار سے زیر بحث لاتے ہیں اور لغت عرب کا سہارا لے کر مطلوبہ معنی بیان کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ عربی اقوال، اشعار، آیات، احادیث اور آثار وغیرہ بطور استشہاد لے کر آتے ہیں بسا اوقات ابن فورک (۴۰۶ھ) مطلوبہ معنی کے حصول میں علم منطق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر اس تأویل پر کوئی اعتراض واشکال وارد ہو تو اس کا بھی جواب دیتے ہیں۔ بعض اوقات ابن فورک

(۴۰۶ھ)احادیث کی سند پر بھی جرح کرتے ہیں اور حدیث کی صحت وضعف کو بیان کرتے ہیں۔ مشکل احادیث کی تأویل کے حوالے سے ابن فورک(۴۰۶ھ) کے منہج کی چند امثلہ درج ہیں:

مشکل احادیث کی تأویل کی امثلہ

۱۔ باب خبر آخر مما یوهم التشبیه وتأویله(۳۰) کے تحت حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث لے کر آتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

> یقول االله تبارک وتعالی یوم القیامة: یا ابن آدم مرضتُ فلم تعدنی فیقول: ای رب وکیف اعودک وانت رب العالمین؟ فیقول: أما علمت إن عبدی فلانا مرض فلم تعده؟ أما علمت إنه لوعدته لوجدنی عنده؟ یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی؟ قال: رب وکیف أطعمک وانت رب العالمین؟ قال أما علمت انه استطعمک عبدی فلان فلم تطعمه؟ أما علمت لو أطعمته لوجدت ذالک عندی؟ یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی؟ قال یا رب کیف أستسقیتک وأنت رب العالمین؟ قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقه؟ أما علمت لوجدت ذالک عندی؟(۳۱)

اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا: اے بندے میں بیمار تھا تونے میری عیادت نہیں کی؟ توبندہ عرض کرے گا اے مولا تو، تو پروردگار ہے میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ تو اللہ تعالی فرمائے گا کہ کیا تو یہ نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا پس تونے اس کی عیادت نہیں کی کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو، تو مجھے اس کے پاس پاتا؟، اے انسان میں نے تم سے کھانا طلب کیا لیکن تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟ بندہ عرض کرے گا اے اللہ تو، تو پروردگار ہے میں تمہیں کیسے کھانا کھلاتا؟ تو اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تو یہ بات نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا کیا تمہیں نہیں پتا تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟ اے بندے میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا؟ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار تو، تو خود پروردگار ہے میں تمہیں پانی کیسے پلا سکتا ہوں؟ تو اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: کیا تو یہ نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے اسے پانی نہیں پلایا؟ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟

تأویلِ حدیث

ابن فورک(۴۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ لفظ مرضتُ کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے بیان کی ہے اور اس کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی عزوجل کے بیمار ہونے سے مراد اس کے دوست کا بیمار ہونا مراد ہے اور اللہ تعالی عزوجل کا مرض کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا اپنے دوست کی عزت اور مرتبے کی بلندی کی بنا پر ہے۔اور یہ طریقہ (اپنے دوست کی بات کو اپنی بات کہنا) خطاب میں عام ہے اور یہاں یہی بات ہے کہ آقا خبر تو اپنے بارے دے رہا ہے لیکن وہ تعظیم کی بنا پر اس سے اپنا بندہ مراد لے رہا ہے اور اپنے بندے کے اپنی بارگاہ میں مرتبہ ومقام کا اظہار اس انداز سے کر رہا ہے گویا کہ وہ اپنی خبر دے رہا ہو۔اس تأویل پر استشہاد کے طور پر ابن فورک(۴۰۶ھ) قرآن سے متعدد آیات لے کر آتے ہیں:

{إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ} (۳۲) بے شک جو اللہ تعالی عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں،

{إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ} (۳۳) بے شک جو اللہ تعالی عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں،

{ إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُم}(۳۴) اگر تم اللہ تعالی عزوجل کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

ان تمام آیات میں اللہ تعالی عزوجل نے اپنا ذکر کر کے اپنے بندوں کو مراد لیا ہے۔اسی طرح مختلف آیات اور احادیث میں اس کی مثالیں بیان ہوئی ہیں اسی کی مثل یہ آیت ہے: {فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ}(۳۵)

جب انہوں نے ہم کو خفا کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔اس کے بعد ابن فورک(۴۰۶ھ) اما انک لوعدته لوجدتني عنده(۳۶) کا معنی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی عزوجل کو اس (مریض، بھوکے اور پیاسے) کے پاس پانے سے مراد اللہ تعالی عزوجل کی رحمت، فضل اور ثواب کا

پاناہے یہ اسی طرح ہے کہ ایک چیز کا ذکر کیا جائے اور قربت کی بناء پر اس سے کسی دوسری چیز کو مراد لیا جائے۔ اس پر ابن فورک (۴۰۶ھ) مزید امثلہ قرآن سے ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ}(۳۷) اور ان بستی والوں سے پوچھئے۔

یہاں قریۃ سے بستی والے مراد ہیں اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے:

{وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ}(۳۸) اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی۔

اس مثال میں لفظ عجل سے عجل (بچھڑے) کی محبت مراد ہے اور { وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ}(۳۹)

اور اس نے اللہ عزوجل کو اپنے پاس پایا یعنی اس نے اپنے حساب کو پایا۔ ان سب مثالوں میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے ایک فعل کو ذکر کر کے اپنی طرف منسوب کیا ہے اس کی دیگر امثلہ کلام عرب میں ملتی ہیں اسی کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ملتی ہے:

هذاجبل يحبنا ونحبه(۴۰)۔ یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس سے مراد اس کے اطراف میں رہنے والے لوگ ہیں۔ پس مذکورہ حدیث سے یہی مراد ہے اور ان تمام امثلہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لینا اس لیے صحیح نہیں کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا محدود اور متناہی ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے کیونکہ یہ حدوث کو مستلزم ہے۔

اوپر مذکور مبحث فیہ مثال میں ابن فورک (۴۰۶ھ) علم بیان کا سہارا لے کر حدیث کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں بایں طور کہ اس حدیث میں خالق اور مخلوق کے درمیان پائے جانیوالے تعلق کا اظہار کیا گیا ہے اور یہ فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے ایک خوبصورت کلام ہے کہ خالق اپنی مخلوق کی تکالیف وضروریات کو قربت کی بناء پر اپنی ذات کی طرف منسوب فرمارہا ہے۔

۲۔ باب خبر آخر مما يقتضي التاويل(۴۱) کے تحت ایک حدیث لے کر آتے ہیں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف الفاظ سے مروی ہے:

أتضامون فِی رویةِ القمرِ لیلة البدرِ، وتضامون فِی رویةِ الشمسِ؟ قالوا: لا، قال: فإنکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلة البدرِ لا تضامون فِی رویتِه (۴۲)۔

یعنی جس طرح تمہیں دوپہر کے وقت سورج دیکھنے میں اور چودھویں رات کو چاند دیکھنے میں کوئی ابہام نہیں ہوتا ایسے ہی قیامت کے دن تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی ابہام نہیں ہو گا۔ یہاں دیکھنے کو چودھویں رات کے چاند کے ساتھ تشبیہ دینے سے مراد دیکھنے والے کو تشبیہ دینا مراد نہیں بلکہ نفس رؤیت مراد ہے۔ایک دوسری روایت میں حضور ﷺ کا فرمان ہے:

فان الله یبرز إلی أهل الجنةِ فی کل یومِ الجمعة(۴۳)۔

بے شک اللہ تعالی جنتیوں کے لیے ہر جمعہ کو ظہور فرمائے گا۔

اسی طرح آپ ﷺ سے مروی ہے:

فإن الله عز وجل یبرز إلی أهلِ الجنةِ فِی کلِ جمعة فِی کثِیب مِن کافور، فیکونوا مِن القربِ علی قدرِ تسارعِهِم إلی الجمعة(۴۴)۔

بے شک اللہ تعالی جنتیوں کے لئے کافور کے منبروں پر(جو اس کی شان کے لائق ہے)جمعہ والے دن جلوہ گر ہو گا تو جنتی دنیا میں جمعہ کی طرف سعی کے اعتبار سے رب کے قرب میں ہوں گے۔

تأویل حدیث

ابن فورک کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے فرمان: ترون ربکم کما ترون القمر سے اہل سنت کے مذہب کے مطابق حقیقی دیکھنا مراد لیا ہے نہ کہ اسے مرئی چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور رویت خالق کو رویت دنیا کے ساتھ تشبیہ دی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

فوالذِی نفسِی بِیدِهِ لا تضارون فِی رویةِ ربکِم، اِلا کما تضارون فِی رویةِ احدِهِما(۴۵)۔

یعنی جس طرح تم باہم ایک دوسرے کو دیکھنے میں شبہ اور شک میں نہیں پڑتے ایسے ہی تم قیامت کے دن اپنے رب عزوجل کو دیکھو گے اس یقین کے ساتھ کہ تم اپنے پروردگار کو ہی دیکھ رہے ہو جس کی مثل کوئی چیز نہیں یوں اس جملہ لا تضارون فی رویته(۴۶)کا معنی متحقق ہو گا۔

معتزلہ کا موقف

معتزلہ رویت کی تأویل علم کے ساتھ کرتے ہیں کہ ایمان والے قیامت کے دن اللہ تعالی کو ضروری طور پر جانیں گے۔ ابن فورک (۴۰۶ھ) معتزلہ کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وھذا خطاء من قبل ان الرویۃ اذا کانت بمعنی العلم تعدت الی مفعولین وذالک کما قال القائل رایتُ زیدا فقیھا ای علمتہ کذالک(۴۷)۔

یہ (رویت کی علم سے تعبیر کرنا) غلط ہے کیونکہ رویت جب علم کے معنی میں ہو تو متعدی بدو مفعول (دو مفعولوں) کا تقاضا کرتی ہے یہ اسی طرح ہے جیسے کہنے والے کہے کہ میں نے زید کو فقیہ دیکھا یعنی اسے فقیہ جانا۔

اس پر مزید تفریع بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ رایت زیدا منطلقا(۴۸) کا معنی رویت سے علم نہیں ہو گا بلکہ رویت ہی ہو گا جس کی تائید آقا علیہ السلام کے فرمان سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے رؤیت باری تعالیٰ کو رؤیت لیلۃ البدر سے تشبیہ دی ہے جو کہ آنکھوں کا دیکھنا ہے نہ کہ علم ہے۔ نیز حضور ﷺ اس خبر کے ساتھ ایمان والوں کو خوشخبری سنا رہے ہیں اور یہ خوشخبری رؤیت کی صورت میں ہی ہو سکتی ہے جبکہ علم تو قیامت کے دن کفار اور مومنین دونوں کو ہو گا وگرنہ ایمان والوں کو خوشخبری دینے والا معنی پورا نہیں ہو گا کیونکہ وہ آنکھوں کے ساتھ دیکھنے میں ہے۔

اس مثال میں ابن فورک اہل سنت کے مذہب (جنت میں اللہ عزوجل کا دیدار سر کی آنکھوں سے ہو گا) کی حقانیت کے اثبات میں عربی گرائمر و دیگر ادلہ کا سہارا لیتے ہیں اور حدیث کے ظاہری معنی میں پائے جانے والے اشکال کو دور کرتے ہیں۔

۳۔ باب خبر آخر مما یوھم التشبیہ و تأویلہ(۴۹) کے تحت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالی کا یہ فرمان پڑھا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (۵۰)

بے شک اللہ تعالی تمہیں امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کرنے کا حکم فرماتا ہے اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اللہ تمہیں اس بات کی کتنی اچھی نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ عزوجل خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انگوٹھے اور اپنے کانوں کو اس حصہ پر رکھا جو آنکھوں سے ملا ہوا ہے۔(۵۱)

فرقہ مشبہہ (جو تشبیہ کا قائل ہے)(۵۲) حضور ﷺ کے اس فرمان کو ظاہری معنی پر محمول کرتا ہے اور اس حدیث سے اللہ تعالی کے لیے آنکھیں اور کان ثابت کرتا ہے۔

تأویل حدیث

ابن فورک(۴۰۶ھ) اس حدیث کی تأویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آنکھ اور کان جب اعضا کے معنی میں ہوں تو ان کے لیے جسم کا ہونا لازمی ہے جبکہ اللہ تعالی عزوجل کی ذات کے لیے جسم، اعضا اور اجزا کا ثابت کرنا محال ہے لہذا اس فرمان سے اللہ تعالی کا سمع اور بصر سے متصف ہونا مراد لیا جائے گا اور حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ذات دیکھتی اور سنتی ہے۔ تاہم کان اور آنکھ کی طرف اشارہ صفت سماعت اور صفت بصارت کے اثبات کے لیے ہیں کیونکہ یہ دونوں محل سماعت و بصارت ہیں اس کو قرب کی بنا پر تسمیۃ المحل باسم الحال (شی ء کے محل کو اس شیء کا نام دینا)(۵۳) کہتے ہیں اس کی مثال قرآن پاک میں ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا(۵۴)۔

ان کے دل تو ہیں لیکن یہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن یہ دیکھتے نہیں، اور ان کے کان تو ہیں لیکن یہ سنتے نہیں۔

یہاں آنکھوں، کان وغیرہ سے مراد وہ علم اور معرفت ہے جس کے ذریعے سے یہ حق تک پہنچ سکتے ہیں لیکن یہ لوگ حق جاننے میں غور و فکر نہیں کرتے تو گویا کہ ان کے پاس قوت سماعت ہی نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن پاک میں ہے:{ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ }(۵۵) یہ لوگ اندھے، گونگے اور بہرے ہیں۔

جب آنکھوں اور کانوں سے مراد قوت سماعت اور قوت بصارت ہے تو حضور ﷺ نے اپنے اس فرمان سے یہی ارادہ کیا ہے نہ کہ آنکھوں اور کانوں کا ارادہ کیا ہے۔اس فرمان سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالی سمیع وبصیر ہے نہ کہ یہ کہ وہ علیم ہے جیسا کہ بعض لوگ اس کی طرف گئے ہیں تو انہوں نے اللہ تعالی کے لیے سمیع وبصیر ہونا ثابت نہیں کیا اور اگر حضور ﷺ کی اس فرمان سے مراد سمع وبصارت کی بجائے علم ہوتا تو آپ ﷺ اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے کیونکہ وہ محل علم ہے پس جب آنکھ اور کان کی طرف اشارہ کیا ہے تو یہ اس امر کو ثابت کرنے کے لیے ہے کہ کان اور آنکھیں محل سمع وبصر ہے اور اسی سے ہی سمع وبصر اور علم میں فرق واضح ہوتا ہے اور اس وصف کا ان اعضا کے ساتھ خاص ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔کیونکہ بعض اوقات کسی کے کان اور آنکھیں تو ہوتی ہیں لیکن وہ دیکھنے اور سننے سے محروم ہوتا ہے۔

پس اس بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ یہاں حضور ﷺ کا مقصود صفت سمع وبصر کا اظہار کرنا ہے نہ کہ اعضا کا اثبات ہے کیونکہ کان اور آنکھ سے اشارہ ان سے حاصل ہونے والے فائدہ کی طرف ہے نہ کہ خود ان کی طرف۔جیسا کہ شعر ہے:

لانک شمس والملوک کواکب　　　اذا طلعت لم یبق منهن کوکب(۵۶)

النشر مسک والوجوہ دنا　　　نیر وأطراف الاکف غنم(۵۷)

بے شک آپ سورج اور باقی بادشاہ ستارے ہیں جب آپ طلوع ہوتے ہیں تو کوئی ستارہ نہیں رہتا۔آپ کا نشر کستوری اور آپ کی برکت سے مال ودولت کی فراوانی ہے۔

یہاں نشر عین کستوری نہیں اور نہ ہی اطراف الاکف غنم ہے لیکن تشبیہ دی گئی ہے۔اسی طرح نبی ﷺ کی اس خبر سے مراد اللہ تعالی کا سمیع وبصیر ہونا ہے اور اس کی مثال حدیث مبارکہ میں ہے:

اِن الدجال أعور وان ربکم لیس بأعور(۵۸) بے شک دجال بھینگا ہوگا اور تیرا رب ایسا نہیں ہے۔

اس فرمان کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ صفت بصارت کے ساتھ متصف ہے اور اس کی ذات میں کوئی نقص نہیں ہے یہاں نقص کی نفی کی گئی ہے نہ کہ اعضا کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہے چونکہ بھینگا ہونا ایک نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔

مذکورہ احادیث میں ابن فورک (۴۰۶ھ) تسمیۃ المحل باسم الحال (شیء کے محل کو اس شیء کا نام دینا) کے ذریعے اہل سنت کے مذہب (اللہ تعالیٰ ظاہری اعضا سے پاک ہے) کو ثابت کرتے ہیں اور ساتھ استشہاد کے لئے عربی اشعار کا سہارا لیتے ہیں۔ اور اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ محل بول کر حال مراد لینا تو درست ہے البتہ اس سے مرادی معنی مراد لینا درست نہیں ہے۔

۴۔ باب ذکر خبر آخر ممایقتضی التاویل (۵۹) میں ابن فورک (۴۰۶ھ) ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جو کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ثلاثة لا ينظر الله اِليهِم يوم القِيامةِ، ولا يكلِمهم ولا يزِكيهِم ولهم عذاب اَلِيم: شيخ زان، وملكِ كذاب، وعائِل مستكبِر (۶۰)۔

تین ایسے شخص ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ہی ان کو پاک فرمائے گا: بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور تکبر کرنے والا غریب۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

الذِی يجر اِزاره مِن الخيلاِ ء شيئا۔۔۔لا ينظر الله اِليهِ يوم القِيامة(۶۱)-

جو شخص تکبر کی بنا پر اپنی چادر لٹکائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

اس حدیث مبارکہ کے حوالے سے کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کی وضاحت کی جاتی ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے نظر کا اثبات کرنا درست نہیں تو پھر اس مذکورہ حدیث کا کیا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا؟

جواب: کلام عرب میں لفظ نظر مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے جیسے:

عیان انتظار اعتبار تعطف اور رحمت

پس اللہ تعالی کے اس فرمان لا ینظر الیہ کا مطلب یہ ہو گا کہ ان پر رحمت نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالی کا اپنے بندوں پہ نظر کرنا ان کے لیے رحمت اور نرمی ہے اسی طرح انظر الی کہا جاتا ہے جس کا معنی ہے کہ مجھ پہ مہربانی کر۔اسی لیے دعا میں انظر الینا نظر ۃ ترحمنابھا(٦٢) کہا جاتا ہے۔ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

اِن اللہ فی خلقه کل یوم ثلاث مائة وستین نظرة یخفض فیها ویرفع ویذل۔(٦٣)

اللہ تعالی روزانہ اپنی مخلوق پہ تین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتے ہیں جس سے کسی کو پست، کسی کو بلند کرتا ہے اور کسی کو ذلیل کرتا ہے۔

یہاں نظروں سے مراد ہر لمحے ہونے والی رحمت ہے۔تاہم اللہ تعالی کے ناظر ہونے سے ایسی رویت مراد لینا جس سے اعضا ثابت ہوں درست نہیں، لیکن اگر اس سے اللہ تعالی کا صفت رویت، جس سے اس نے خود کو متصف کیا ہے مراد لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ احادیث سے ثابت ہے لہذا یہاں نظر سے رحمت اور نرمی ہو گی۔اسی طرح اللہ تعالی کے اس فرمان:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (٦٤)

بے شک جو اللہ تعالی کے عہد اوراپنی قسموں کے بدلے تھوڑا مال خریدتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اللہ تعالی نہ تو ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک فرمائے گا۔

یعنی ان پر نہ تو مہربانی ہو گی اور نہ ان پہ شفقت کی جائے گی۔یہاں نظر کے ساتھ متصف نہیں کیا جائے گا البتہ جہاں جہاں بھی اس کا صفت نظر کے ساتھ متصف ہونا کثرت کے ساتھ آیا ہے تو اس سے مراد نرمی، شفقت اور رحمت ہے۔

سوال: إن الله لا ینظر اِلی صورکِم وأموالکِم، ولکِن ینظر إلی قلوبکِم وأعمالکِم(٦٥) بے شک اللہ تعالی تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمھارے دلوں کی طرف دیکھتاہے۔اس حدیث مبارکہ میں نظر سے کیامراد ہے؟

جواب: اس کا معنی احتساب اور اعتداد ہے یعنی وہ تمہاری ظاہری حالت کو جو باطن کے موافق نہ ہو نہیں دیکھتا۔کیونکہ اعمال ظاہرہ اخلاص کے بغیر کسی کام کے نہیں ہیں اسی وجہ سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اِنما الاعمال بالنیات وانما لکل امری ما نوی۔(٦٦)

بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیتوں پہ ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

مراد یہ ہے کہ نیت ہی اعمال کو درست کرنے والی ہے اور فقط اعمال کرنے سے قبولیت اور جزا نہیں ملے گی۔

سوال: اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟لم ینظر الی الدنیا منذ خلقھا۔(٦٧)

جواب: اس سے پہلے بیان ہو چکا کہ نظر جو رویت کے معنی میں ہے اس میں اختصاص نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر نظر آنے والی چیز کو دیکھتا ہے نہ کہ خاص طور پر،اور یہاں نظر بمعنی رویت درست نہیں کیونکہ اس پہ ادلہ وارد نہیں اور مشترک لفظ سے خاص معنی مراد اس وقت لیتے ہیں جب کوئی قرینہ پایا جائے۔لہذا یہاں رحم یا قبولیت کا معنی مراد لیا جائے گا کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں دنیا کی کوئی قدر نہیں ہے۔ابن فورک اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اِن الله تعالی لما خلق الدنیا للفناء والزوال وحث علی الزھد فیھا وترک الاشتغال بھا قیل فی وصفه علی ھذا المعنی انه لم ینظر الیھا(٦٨)۔

اللہ تعالی نے دنیا کو فنا اور زوال کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اس میں زہد پہ اور دل نہ لگانے پہ ابھارا ہے لہذا اللہ تعالی نے دنیا کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائی۔

یعنی نہ تو اس کی بارگاہ میں دنیا کا کوئی مقام ہے اور نہ ہی اس کے طالب کا، لہٰذا ان کے لیے نظر رحمت نہیں ہے بلکہ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اس کی اطاعت کرے اور اس کے حرام کو حرام جانے اور گناہوں سے کنارہ کش رہے۔

متذکرہ بالا احادیث کی تشریح میں ابن فورک(۴۰۶ھ) الفاظ ذکر کر کے مرادی معنی سے اشکالات کا رد کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ حقیقی معنی سے لازم آنے والی خرابی کا بھی بیان کرتے ہیں۔

خلاصۃ البحث

مشکل الحدیث و بیانہ علم مختلف الحدیث کی بنیادی کتاب ہے۔ ابن فورک (۴۰۶ھ) اس میں صرف ایسی احادیث ذکر کرتے ہیں جن کے ظاہری معنی میں اشکال پایا جاتا ہے مشکل الحدیث و بیانہ ایک طرف مسلمانوں کے مسلمہ عقائد و نظریات کی بہترین تشریح ہے تو دوسری طرف علم مشکل الحدیث میں احادیث سے اشکالات کے ازالے کے لئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابن فورک نے اپنے زمانے کی تمام متداولہ و متنازعہ ابحاث مشکل الحدیث و بیانہ میں ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند اہم نکات درج ہیں۔

- ☆ مشکل الحدیث، احادیث صحیحہ مرویہ کے علم کا نام ہے۔
- ☆ اس علم میں احادیث کے معانی میں پایا جانے والا اخفا اور ابہام زائل کیا جاتا ہے۔
- ☆ اس پیچیدگی کا سبب احادیث کے باہمی تعارض کے علاوہ دیگر اسباب بھی ہوسکتے ہیں۔
- ☆ مشکل الحدیث میں محدثین کے ہاں احادیث کے معانی شرعی قواعد کے خلاف یا عقلا محال ہوتے ہیں۔
- ☆ ابن فورک ایک متکلم کی طرح احادیث سے اشکالات رفع کرتے ہیں اور علم بیان سے جگہ جگہ مدد لیتے ہیں۔
- ☆ اشکالات کے ازالہ کے لیے اپنے مسلک کے مطابق احادیث کا معنی بیان کرتے ہیں۔
- ☆ اپنے بیان کردہ معنی پر قرآن وسنت سے استشہاد لاتے ہیں۔
- ☆ معنی متعینہ کی تائید میں لغت عرب اور شعر کا بہت سہارا لیتے ہیں۔

☆ ابن فورک اللہ تعالی کے لیے ایسی صفات کے اثبات کے خلاف ہیں جن سے حدوث لازم آتا ہے

☆ ابن فورک صفات باری تعالی سے متعلقہ احادیث پر بحث کرتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ کلمہ مختلف الحدیث کو مختلف طریقوں سے پڑھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے معنی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسے دو طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ مختلِف: (لام کے کسرہ کے ساتھ) اسم فاعل کے وزن پر۔ اس صورت میں لفظ مختلف کی الحدیث کی طرف اضافت مِنی (ایسی اضافت جو حرف من کے ساتھ ہو) ہو گی تو اصل عبارت یوں ہو گی مختلف من الحدیث جس کی تعریف علمائے لغت نے یوں کی ہے:

ان یوجد حدیثان او اکثر متضادان فی المعنی ظاھرا. دو یا دو سے زیادہ ایسی احادیث کا پایا جانا جو ظاہری طور پر باہم ٹکراتی ہوں۔

بعض محدثین نے اسے مختلَف الحدِیث (لام کی زبر کے ساتھ) پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ اسم مفعول کے وزن پر یا مصدر میمی ہو گا۔ اور اضافت فیہ (ایسی اضافت جس میں فی حرف جار مقدر ہو) کے ساتھ اصل عبارت یوں ہو گی۔ الاختلاف فی الحدیث یعنی ایسی حدیث جس میں اختلاف واقع ہوا ہو۔ اب مختلف الحدیث کی تعریف یوں ہو گی:

ان یاتی حدیثان متضادان فی المعنی ظاھرا. یعنی دو ایسی احادیث کا پایا جانا جن کے معنی ٹکراتے اور ظاہر اہو۔

مختصر یہ کہ پہلی صورت میں تعریف سے نفس حدیث مراد ہو گی جبکہ بصورت ثانی نفس تضاد اور اختلاف مراد ہو گا۔ (ابو شھبہ، محمد بن محمد بن سویلم (۱۳۳۲-۱۴۰۳ھ)، الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث، دارالفکر العربی، بیروت:۴۴۱۔ سیوطی، عبد الرحمان بن ابی بکر (المتوفی:۹۱۱ھ)، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، مکتبۃ الریاض الحدیثیہ، الریاض: ۲/ ۱۹۶۔ مبارکپوری، ابوالحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام رحمانی (۱۳۲۷-۱۴۱۴ھ)، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ادارۃ البحوث العلمیۃ والدعوۃ والافتاء، بنارس، ہند، الطبعۃ الثالثۃ:۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م: ۱/ ۳۸۷۔ طیبی، شرف الدین حسین بن محمد (المتوفی:۷۴۳ھ)، الخلاصہ فی معرفۃ الحدیث، المکتبہ الاسلامیۃ للنشر والتوزیع، الطبعۃ الاولی:۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹م، ص:۶۵۔)

۲۔ محمد ابوزہو، کلیہ اصول الدین، جامعۃ الازہر قاہرہ میں حدیث کے استاذ تھے ۱۹۴۶ء میں جامعۃ الازہر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، ڈاکٹر محمود الطحان کے اساتذہ میں شمار ہوتا ہے۔ ان کی مشہور کتاب الحدیث والمحدثون ہے جو دالفکر العربی، قاہرہ سے جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ میں شائع ہوئی۔

۳۔ ڈاکٹر نور الدین محمد عتر حلبی کلیۃ الشریعۃ، جامعہ دمشق میں علوم القران والسنہ میں استاذ تھے پچاس سے زیادہ کتب کے مصنف تھے کئی جامعات میں استاذ رہے، آپ ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے آپ کی مشہور کتاب منہج النقد فی علوم الحدیث ہے جو دار الفکر دمشق، شام سے طبع دوم کے ساتھ ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔

۴۔ صبحی ابراہیم الصالح ۱۳۴۵ھ۔۱۴۰۷ھ/۱۹۲۶ء۔۱۹۸۶ء، لبنان میں مجلس اسلامی کے رئیس، جامعۃ العلمیہ، قاہرہ، دمشق اور بغداد میں استاذ رہے۔ آپ کی اہم تصانیف میں دراسات فی فقہ اللغۃ، ۱۹۶۰ء میں، علوم الحدیث ومصطلحہ ۱۹۸۴ء میں اور مباحث فی علوم القران ۲۰۰۰ء میں دار العلم للملایین، بیروت، لبنان سے شائع ہوئیں۔

۵۔ ابراہیم مصطفی۔ احمد الزیات۔ حامد عبد القادر۔ محمد النجار، المعجم الوسیط، دار الدعوۃ، بیروت: ۱/۱۴۹۔

۶۔ افریقی، ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی جمال الدین ابن منظور الانصاری الرویفعی (۶۳۰۔۷۱۱ھ)، لسان العرب، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ: ۱۴۱۴ھ: ۱۱/۳۵۷۔

۷۔ فیروزآبادی، مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب (۷۲۹۔۸۱۷ھ)، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثامنۃ: ۱۴۲۶ھ۔۲۰۰۵م، ص: ۱/۱۰۱۹۔

۸۔ ابن فارس، ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا (۳۲۹۔۳۹۵ھ)، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت: ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹م، ص: ۳/۲۰۴۔

۹۔ خیاط، اسامہ بن عبداللہ، مختلف الحدیث بین المحدثین والاصولیین الفقہا، دارالفضیلۃ، ریاض، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م: ۳۲۔

۱۰۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمن (۸۳۱۔۹۰۲ھ)، فتح المغیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی: ۱۴۰۳ھ: ۳/۸۱۔

۱۱۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ قرطبی (۳۶۸۔۴۶۳ھ)، جامع بیان العلم وفضلہ، دار ابن الجوزی، سعودیۃ، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴م، رقم الحدیث: ۱۵۰۱، ۱۵۰۲۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد شامی (۲۶۰۔۳۶۰ھ)، المعجم الکبیر، دار حیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ: ۱۹۸۳م، رقم الحدیث: ۱۰۵۳۱۔ نیشاپوری، ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ (۳۲۱۔۴۰۵ھ)، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰م، رقم الحدیث: ۳۰۷۹۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن خراسانی (۳۸۴۔۴۵۸ھ)، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۳م، رقم الحدیث: ۹۰۶۵،

۹۵۱۰۔اصبہانی، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ (۳۳۶-۴۳۰ھ)، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۰۹ھ:۴/۱۷۷۔

۱۲۔ عتر، نور الدین، منہج النقد فی علوم الحدیث، دار الفکر، دمشق-شام، الطبعۃ الثالثۃ:۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م، ص:۳۳۷۔

۱۳۔ ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن براہیم بن ابی بکر الاربلی (۶۰۸-۶۸۱ھ)، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۹۷۱م، ص:۴/۲۷۲۔

۱۴۔ سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین (۷۲۷-۷۷۱ھ)، طبقات الشافعیۃ الکبری، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۱۳ھ:۵/۱۵۵۔ابن نقطہ، معین الدین ابو بکر محمد بن عبد الغنی بغدادی (۵۷۹-۶۲۹ھ)، اکمال الاکمال، جامع ام القری، المکۃ المکرمۃ، الطبعۃ الاولی:۱۴۱۰ھ:۴/۵۱۰۔ابن الصلاح، تقی الدین ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان (۵۵۷-۶۴۳ھ)، طبقات الفقہاء الشافعیہ، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۹۹۲م:۱/۱۳۶۔ وفیات الاعیان:۴/۲۷۲۔ذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد(۶۷۳-۷۴۸ھ)، سیر اعلام النبلا، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ:۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵م:۲۱۴۔صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک (۶۹۶-۷۶۴ھ)، الوافی بالوفیات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۲۰ھ۔۲۰۰۰م:۲/۲۵۴۔ابن العماد، ابو الفلاح عبد الحیی بن احمد حنبلی (۱۰۳۲-۱۰۸۹ھ)، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م:۵/۴۲۔

۱۵۔ ابو الحسن علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبد اللہ بن موسی بن بلال بن ابی بردہ عامر بن ابی موسی الاشعری بہت بڑے ادیب اور متکلم تھے، ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۴ھ یا ۳۳۱ھ میں وصال فرمایا۔ تقریباً ۵۵ کتب مرتب کیں جن میں سے مشہور کتاب الابانۃ فی اصول الدیان ہے۔(ابن مستوفی، مبارک بن احمد بن اربلی (۵۶۴-۶۳۷ھ)، تاریخ اربل، دار الرشید للنشر، عراق، الطبعۃ الاولی:۱۹۸۰م:۲/۳۷۰۔وفیات الاعیان،:۳/۲۸۴۔سیر اعلام النبلا، ص:۱۵/۸۵۔)

۱۶۔ کحالہ، عمر بن رضا دمشقی (۱۳۳۲-۱۴۰۸ھ)، معجم المولفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت:۹/۲۰۸۔ شذرات الذہب:۵/۴۲۔طبقات الشافعیۃ الکبری:۵/۱۵۵۔

۱۷۔ قشیری، عبد الکریم بن ھوازن (۳۷۶-۴۶۵ھ)، الرسالۃ القشیریۃ، دار المعارف، قاہرہ:۱/۲۵۴۔طبقات الشافعیۃ الکبری:۵/۱۵۶۔وفیات الاعیان:۴/۲۷۲۔الوافی بالوفیات:۲/۲۵۴۔

۱۸۔ سیر اعلام النبلا، ص:/۲۱۵۔طبقات الشافعیہ الکبری:۵/۱۵۶۔۔الوافی بالوفیات:۲/۲۵۴۔

۱۹۔ الوافی بالوفیات:۲/۲۵۴۔وفیات الاعیان:۴/۲۷۲۔الاعلام للزرکلی:۶/۸۳۔

۲۰۔ وفیات الاعیان:۴/۲۷۲۔الوافی بالوفیات:۲/۲۵۴۔

۲۱۔ فواد سزگین، تاریخ التراث العربی، جامعہ امم محمد بن سعود الاسامیہ، الریاض، الطبعۃ الاولی:۱۹۸۳م:۴/ ۵۲۔ معجم المولفین:۹/ ۲۰۸۔ الاعلام للزرکلی:۶/ ۸۳۔

۲۲۔ اکمال الاکمال:۴/ ۵۱۱۔ وفیات الاعیان:۴/ ۲۷۲۔ الوافی بالوفیات:۲/ ۲۵۴۔ الاعلام للزرکلی:۶/ ۸۳۔

۲۳۔ علامہ ابو منصور بغدادی لکھتے ہیں: مشبہ کی دو اقسام ہیں:

۱۔ جو ذات باری تعالی کو غیر اللہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہے

۲۔ جو صفات باری تعالی کو غیر اللہ سے تشبیہ دیتےہے۔

پھر مزید ان دونوں فرقوں کی کئی قسمیں ہیں۔ مشبہ کی پہلی قسم جو ذات باری تعالی عزوجل کو تشبیہ دینے سے گمراہ ہوئی اس کی کئی اقسام ہیں ان کی پہلی قسم کا ظہور غالی رافضیوں کی ایک قسم سبابی سے ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو خدا سے تشبیہ دیتے تھے جب ان کو جلایا گیا تو کہنے لگے کہ اب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ آپ خدا ہی ہیں کیونکہ آگ کا عذاب صرف خدا دے سکتا ہے۔ انہی میں سے ایک (فرقہ) بیانیہ ہے جو بیان بن سمعان کی پیروی کرتا ہے ان کے مطابق انسان معبود ہے جس کے چہرے کے سوا ہر چیز فنا ہو جاتی ہے۔ ان کی ایک قسم مغیریہ ہے جو مغیرہ بن سعید عجلی کی متبع ہے جس کا گمان ہے کی خدا کے اعضاء ہیں اور خدا کے اعضاء حروف ہجا کی صورت پر ہیں۔ ان کی ایک قسم منصوریہ، ابو منصور عجلی کی متبع ہے جو خود کو رب سے تشبیہ دیتا تھا اور گمان کرتا تھا کہ وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا ہے اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ اللہ نے اسے اپنے دست قدرت سے چھوا ہے۔ ان کا ایک فرقہ خطابیہ ہے جو بالاھیۃ الائمۃ کہتا تھا اور بالاھی ابو خطاب اسدی تھا جبکہ بعض کہتے ہیں کہ بالاھی عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر تھا۔ ان کا ایک فرقہ حلولیہ ہے جن کے مطابق خدا ان کے آئمۃ میں حلول کر گیا ہے اس لئے یہ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ اس فرقے کی ایک شاخ حلولیۃ حکمانیۃ ہے جو ابو حکمان دمشقی کی طرف منسوب ہے جو گمان کرتا تھا کہ خدا ہر حسین صورت میں حلول کر گیا ہے اس لئے وہ ہر حسین صورت کو سجدہ کرتا ہے ان کا ایک فرقہ مقنعیۃ ہے جن کا دعوی تھا کہ مقنع خدا تھا اور وہ ہر زمانے میں ایک مخصوص شکل میں موجود ہوتا ہے۔ ایک فرقہ عذاقرۃ ہے جو ابن ابی عذاقرہ مقتول بغداد کو بالاھی کہتے ہیں۔ ان تمام فرقوں کو علماء گمراہ اور کافر گردانتے ہیں۔ انہی کی اقسام میں سے ھشامیۃ ہے جو ھشام بن حکم رافضی کی طرف منسوب ہے جو خدا کو انسان سے تشبیہ دیتا ہے۔۔۔ ان کا ایک فرقہ ھشامیہ ہے جو ھشام بن سالم الجوالیقی کی طرف منسوب ہے جس کا گمان بھی یہی ہے کہ خدا انسان کی صورت میں ہے۔۔۔ ایک فرقہ ان کا یونسیہ ہے جو یونس بن عبد الرحمان قمی کی طرف منسوب ہے۔۔۔ ایک گروہ داود جواری کی طرف منسوب ہے جو خدا کے لئے سوائے فرج اور لحیہ کے ہر انسانی عضو ثابت کرتا ہے۔ ایک فرقہ ابراہیمیہ ہے جو ابراہیم بن یحی اسلمی کی طرف منسوب ہے۔۔۔ اور ایک گروہ

قدریہ فرقہ میں سے حایطیہ ہے جو احمد بن حایط معتزلی کی طرف منسوب ہے۔۔۔۔ان میں سے ایک کرامیہ بھی ہے جو ذات باری تعالی کے لئے لامتناہی جسم کا قائل ہے۔

(اسفرایینی، ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی (التوفی:۴۲۹ھ)، الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ: ۱۹۷۷م:۲۱۳۔۱۷۔غزالی، ابو حامد محمد بن محمد الطوسی (۴۵۰۔۵۰۵ھ)، المقصد الاسنی فی شرح معانی اسماالله الحسنی، الجفان والجابی، ترکی، الطبعۃ الاولی:۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷م:۴۹۔ابن عساکر، ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن الحسن (۴۹۹۔۵۷۱ھ)، تبیین کذب المفتری ، دار الکتاب العربی ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ: ۱۴۰۴ھ:۲۴۰۔رازی، ابو عبد الله محمد بن عمر (۵۴۴۔۶۰۶ھ)،اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین، دار لکتب العلمیہ، بیروت۵۶۔۶۶۔

۲۴۔ ابن فورک، ابو بکر محمد بن حسن اصبہانی (التوفی:۴۰۶ھ)، مشکل الحدیث و بیانہ، عالم الکتب، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ:۱۹۸۵ھ:۴۵۔

۲۵۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۳۲۶۔

۲۶۔ نفس المرجع السابق:۳۲۸۔

۲۷۔ فقیہ ابو عبد الله محمد بن شجاع الثلجی حنفی صاحب تصنیف کثیرہ تھے ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ تشبیہ بارے احادیث وضع کر کے محدثین کی طرف منسوب کرتے تھے۔(ذہبی، شمس الدین ابو عبد الله محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)، دار المعرفۃ للطباع والنشر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی:۱۳۸۲ھ۔۱۹۶۳م:۳/۵۷۷)۔

۲۸۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۲۰۰۔

۲۹۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۴۸۔ سجستانی، ابو داؤد سلیمان بن الاشعث (۲۰۲۔۲۷۵ھ)، سنن ابی داود، المکتبۃ العصریہ، صیدا-بیروت، رقم الحدیث:۴۴۹۳۔ابن حنبل، ابو عبد الله احمد بن محمد شیبانی (۱۶۴۔۲۴۱ھ)، مسند الامام احمد بن حنبل، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م، رقم الحدیث: ۸۱۲۵،۹۶۰۴۔حمیدی، ابو بکر عبد الله بن الزبیر قرشی (التوفی: ۲۱۹ھ)، مسند الحمیدی، دار السقا، دمشق، شام، الطبعۃ الاولی:۱۹۹۶م، رقم الحدیث:۱۱۵۴۔ آجری، ابو بکر محمد بن الحسین بغدادی (التوفی: ۳۶۰ھ)، الشریعہ، دار الوطن، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹م، رقم الحدیث:۲۴۔۲۱۔۷۔

۳۰۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۱۵۰۔

۳۱۔ نیشاپوری، ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری (۲۰۴۔۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، باب فضل عِیادۃِ المریض، داراحیاء التراث العربی، بیروت، رقم الحدیث:۶۷۲۱۔ بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفرا الشافعی (التوفی:۵۱۶ھ)، شرح السنۃ، المکتب الاسلامی، دمشق، الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۰۳ھ۔۱۹۸۳م، رقم الحدیث:۱۴۱۰۔

۳۲۔ المجادلۃ:۵:۵۸

۳۳۔ الاحزاب:۵۷:۳۳

۳۴۔ محمد:۷:۴۷۔

۳۵۔ الزخرف:۵۵:۴۳۔

۳۶۔ صحیح مسلم، باب فضل عِیادۃِ المریض:۶۷۲۱۔ شرح السنۃ للبغوی:۱۴۱۰۔

۳۷۔ یوسف:۸۲:۱۲

۳۸۔ البقرۃ:۹۳:۲

۳۹۔ النور:۳۹:۲۴۔

۴۰۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن سماعیل (۱۹۴۔۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ:۱۴۰۷ھ،۱۹۸۷م، رقم الحدیث:۲۷۳۲، ۲۷۳۶، ۳۱۸۷۔ صحیح مسلم:۱۳۶۵۔ ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی(۲۰۹۔۲۷۹ھ)، سنن الترمذی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ:۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۵م، باب ماجاء فی فضل المدینۃ، رقم الحدیث:۳۹۲۲۔

۴۱۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۲۱۸۔

۴۲۔ صحیح مسلم:۱۸۲، ۲۹۶۸۔ ترمذی:۲۵۴۹، ۲۵۵۴۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ، داراحیاء الکتب العربی، مصر، رقم الحدیث:۱۷۸، ۴۳۳۶۔ سنن ابی داود:۴۷۳۰۔ صحیح بخاری:۶۹۹۹، ۷۰۰۰۔

۴۳۔ ابن بطۃ، ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد عکبری (۳۰۴۔۳۸۷ھ)، الابانۃ الکبری، دار الرایۃ للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولی:۱۴۱۸ھ، رقم الحدیث:۳۱۔ اصبہانی، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد (۳۳۶۔۴۳۰ھ)، دار المامون للتراث، دمشق، شام:۳۹۶۔

۴۴۔ المعجم الکبیر:۹۱۶۹۔ ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ)، کتاب التوحید، دار المغنی، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۳۲ھ۔۲۰۱۱م، رقم الحدیث:۲۹۶۔ الابانۃ الکبری:۳۱۔

۴۵۔ صحیح مسلم:۱۸۲، ۲۹۶۸۔ ترمذی:۲۵۴۹، ۲۵۵۷۔ سنن ابن ماجہ:۱۷۸، ۴۳۳۶، ۔ سنن ابی داود:۴۷۳۰۔ صحیح بخاری:۶۹۹۹۔

۴۶۔ نفس المرجع السابق

۴۷۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۲۲۱۔

۴۸۔ نفس المرجع السابق۔

۴۹۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۲۴۸۔

۵۰۔ سورۃ النساء:۵۸:۴۔

۵۱۔ سنن ابو داود:۴۷۲۸۔المستدرک علی الصحیحین:۲۹۳۵،۶۳۔الاسماوالصفات للبیہقی:۳۹۰۔

۵۲۔ علامہ شمس الدین سفارینی حنبلی (۱۱۸۸ھ) لکھتے ہیں:

المشبهة الذین شبهوا االله بمخلوقاته۔ایسا فرقہ جو اللہ تعالی عزوجل کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔شمس الدین، ابو العون محمد بن احمد سفارینی (۱۱۱۴۔۱۱۸۸ھ)، لوامع الانوار البہیۃ وسواطع الاسرار الاثریۃ، مؤسسۃ الخافقین ومکتبتہا، دمشق، الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء، ص:۱/۹۱۔

۵۳۔ علم بلاغت کی اصطلاح ہے مجاز مرسل کی ایک قسم ہے جس میں مجازا کسی چیز کی حالت کو بول کر اس چیز کو مراد لیا جاتا ہے۔ صعیدی، عبد المتعال (۱۳۱۳۔۱۳۹۱ھ)، بغیۃ الایضاح لتلخیص المفتاح فی علوم البلاغۃ، مکتبۃ الاداب، الطبعۃ السابعۃ عشر:۱۴۲۶ھ۔۲۰۰۵م:۱/۱۳۵)۔

۵۴۔ الاعراف،۱۷۹:۷۔

۵۵۔ البقر:۱۸:۲۔

۵۶۔ قیروانی، ابو اسحاق ابراہیم بن علی حصری (المتوفی: ۴۵۳ھ)،زہر الاداب وثمر الالباب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی:۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷م، ص:۲/۸۰۔

۵۷۔ اصفہانی، ابو علی احمد بن محمد مرزوقی (المتوفی:۴۲۱ھ)، شرح دیوان الحماسہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی:۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م، ص:۱/۱۰۱۹۔ عسکری، ابو ہلال الحسن بن عبد اللہ (المتوفی:۳۹۵ھ)، جمہرۃ الامثال، دار الفکر، بیروت، ص:۱/۲۸۳۔ضبی، المفضل بن محمد بن یعلی بن سالم (المتوفی: ۱۶۸ھ)، المفضلیات، دار المعارف، القاہرہ، ص:۲۳۸۔اندلسی، ابو عمر شہاب الدین احمد بن محمد (۲۴۶۔۳۲۸ھ)، العقد الفرید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۰۴ھ، ص:۶/۳۱۳۔

۵۸۔ مسند احمد بن حنبل:۱۳۳۸۵، ۱۳۳۹۳، ۔ صحیح بخاری:۶۷۰۸، ۶۷۱۲۔سنن ترمذی، رقم الحدیث:۲۲۴۵، ۲۲۴۲۔ صحیح مسلم:۵۴۸۷۔سنن ابی داود، رقم الحدیث:۴۳۱۶۔

۵۹۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۲۶۸۔

۶۰۔ صحیح مسلم:۳۰۹۔طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلام بن عبد الملک بن سلمہ الازدی الحجری المصری (۲۲۹۔۳۲۱ھ)،شرح مشکل الآثار، موسسۃ الرسالۃ،بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۱۵ ھ۔۱۴۹۴م، رقم الحدیث:۳۴۹۱، ۳۴۹۰، ۳۴۸۹۔ الاسما والصفات للبیہقی:۸۴۷۔نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب

(۲۱۵۔۳۰۳ھ)،السنن الکبری للنسائی، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۲۱ ھ۔۲۰۰۱ م، رقم الحدیث:۲۳۶۸،۲۳۶۷،۱۰۰۷۔

۶۱۔ صحیح مسلم:۲۰۸۵۔سنن ترمذی:۱۶۳۱،۱۶۳۰۔مسند احمد:۴۴۸۹، ۴۵۶۷، ۴۸۸۴۔سنن ابن ماجہ:۳۵۶۹، ۳۵۷۶۔

۶۲۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۲۶۹۔سید قطب، ابراہیم حسین الشاربی(۱۳۲۴۔۱۳۸۵ھ)،فی ظلال القرآن، دار الشروق، بیروت۔القاہرہ،الطبعۃ السابعۃ عشر:۱۴۱۲ھ،ص:۲/۶۷۶۔

۶۳۔ صنعانی، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام یمانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ)، تفسیر عبد الرزاق،دار الکتب العلمیۃ،بیروت، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۹ھ، رقم الحدیث:۳۰۸۸۔ثعلبی،ابو سحاق احمد بن محمد بن براہیم (المتوفی:۴۲۷ھ)، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن،دار احیاء التراث العربی، بیروت۔لبنان، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲ م، ص:۹/۱۸۴۔تفسیر القرآن العظیم:۷/۵۸۔ قرطبی ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد(۶۰۰۔۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن ،دار الکتب المصریۃ، القاہرہ، الطبعۃ الثانیۃ:۱۳۸۴ھ۔۱۹۶۴م، ص:۱۹/۲۹۹۔المستدرک علی الصحیحین:۳۹۱۷۔الاسماوالصفات للبیہقی:۸۲۸،۱۰۰۴۔

۶۴۔ آل عمران:۷۷:۳

۶۵۔ صحیح مسلم:۲۵۶۴۔مسند احمد:۱۰۹۶۰،۷۸۲۷۔سنن ابن ماجہ:۴۱۴۳۔

۶۶۔ صحیح بخاری:۵۴،۲۳۹۲،۳۶۸۵،۴۷۸۳۔صحیح مسلم:۱۹۰۷۔سنن ابن ماجہ:۴۲۲۷۔

۶۷۔ الکلاباذی، ابو بکر محمد بن ابی سحاق (المتوفی: ۳۸۰ھ)، بحر الفوائد المشہور بمعانی الاخبار،دار الکتب العلمیۃ، بیروت /لبنان،الطبعۃ:الاولی،۱۴۲۰ھ۔۱۹۹۹م،ص:۲۸۰

۶۸۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۲۶۹